(96)

آپس میں صُلح رکھو اور صُلح کراؤ

(فرمودہ ۱۵؍ اکتوبر ۱۹۲۰ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

"دینی اور دنیاوی دونوں قسم کے کاموں کو چلانے کے لیے امن کی نہایت ہی ضرورت ہوتی ہے بغیر اس کے دونوں قسم کے کام نہیں چل سکتے۔ پھر امن ملکی ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ تمدنی امن کے بغیر بھی کسی کام کا سرانجام پانا مشکل ہے یہ ضروری نہیں کہ ملک آپس میں نہ لڑیں۔ بلکہ کاموں کے امن کے ساتھ چلانے کے لیے ضروری ہے کہ افراد میں بھی لڑائی نہ ہو۔ خاندانوں میں لڑائی نہ ہو۔ اہلِ محلہ آپس میں نہ لڑیں۔ ملکوں کی لڑائی کا اثر ملکوں پر پڑتا ہے اور حکومتوں کی لڑائی کا اثر حکومتوں پر۔ ہاں ملکوں اور حکومتوں کی جنگ کا اثر بعض دفعہ ساری دُنیا پر بھی ہوتا ہے اور اس لڑائی کو زیادہ خراب اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا اثر وسیع ہوتا ہے ورنہ لڑائی کے لحاظ سے افراد کی لڑائی بھی اس کے برابر ہے۔ مثلاً فرانس اور جرمن کی جنگ کا نتیجہ خونریزی ہوئی مال لوٹا گیا۔ عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے۔ کھانے پینے کی چیزیں کم دستیاب ہونے لگیں۔ علوم کا نقصان ہوا۔ لیکن اگر دو آدمی آپس میں لڑیں تو نتیجہ وہی ہوگا۔ کسی کی جان جاتے گی۔ کسی کی بیوی بیوہ اور بچے یتیم ہونگے۔ کسی کا مال لُوٹا جائے گا۔ کسی کی عزت کو نقصان پہنچے گا۔ دشمنی کے باعث کسی کی اولاد علوم سے محروم رہے گی۔ غرض جو نتیجہ جرمن اور فرانس یا انگریزوں اور رُوس کی لڑائی کا ہوتا ہے۔ وہی نتیجہ دو آدمیوں کے آپس میں لڑنے کا نکلے گا۔ فرق یہ ہے کہ پہلی قسم کی لڑائیوں کا اثر ہزاروں لاکھوں انسانوں پر ہوتا ہے اور دوسری قسم کی لڑائی کا اثر محدود ہوتا ہے۔ ورنہ اثر ان دونوں پر بھی وہی ہوتا ہے جو ان لاکھوں یا کروڑوں پر۔ بلکہ اگر غور کیا جاوے۔ تو معلوم ہوگا کہ بعض اوقات افراد کی جنگ ملکوں کی جنگ کی نسبت زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ یہ لڑائی جو یورپ میں ہوئی۔ اس کے باعث ہزاروں آدمی ہیں جنہوں نے فائدہ اُٹھایا۔ مثلاً جن کے پاس غلہ تھا۔ انھوں نے نفع اُٹھایا۔ روئی والوں نے نفع اُٹھایا۔ اسی طرح اور اشیاء میں ہوا۔ لیکن افراد کی جنگ میں دونوں جانب کا نقصان ہوتا ہے۔

پھر بعض دفعہ زمیندار مقدموں میں بہت سا روپیہ لگاتے ہیں۔ اور نقصان اُٹھاتے ہیں بعض دفعہ لوگ شوقیہ بھی مقدمہ بازی کرتے ہیں حضرت خلیفۂ اوّل نے سُنایا کہ ایک دفعہ ایک زمیندار کو آٹھ سو روپیہ بچ گیا۔ اس نے دوستوں سے مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ تم اس سے اور زمین خرید لو اس نے کہا کہ اس دفعہ تو مقدمہ کرنے کو دل چاہتا ہے۔ بتاؤ۔ گاؤں میں کون ایسا ہے جس پر مقدمہ کریں۔ تو بعض دفعہ لوگ شوق سے مقدمہ کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ مجبوریاں ہوتی ہیں۔ اور اس وقت ایک چیز کے بچانے کے لیے بہت سی چیزوں کا نقصان کرنا پڑتا ہے۔

تو فساد ملکوں ہی کا نہیں۔ افراد کا بھی بُرا ہوتا ہے، لیکن بہت لوگ ہوتے ہیں۔ جو فسادات پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ فساد ایسی بُری چیز ہوتی ہے کہ اس سے انسان دین و دُنیا دونوں میں ترقی نہیں کر سکتا۔ لوگ فساد کے باعث علوم سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بچے بوجہ مخالفت کے گھر سے نہیں نکل سکتے خیال ہوتا ہے کہ اگر گھر سے نکلیں۔ تو دشمن کہیں ان کی جان نہ لے لے۔ دین سے بھی محروم ہو جاتے ہیں مثلاً نماز پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں کیوں؟ اس لیے کہ فلاں امام سے پرخاش ہے۔ یا امام سے تو نہیں۔ مگر امام ان کے دشمن کا دوست ہے یا ان کا دشمن بھی مسجد میں آتا ہے۔ اس طرح اپنی دشمنیوں کا اثر دین پر ڈال دیتے ہیں۔ اور انسانوں سے ناراض ہو کر خدا سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ پھر فساد کا ایک اور نتیجہ ہوا کرتا ہے کہ وہ کام جو مل کر ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً انجمنیں وغیرہ وہ باطل ہو جاتی ہیں۔ بلکہ یہاں تک ہوتا ہے کہ دشمن کو نقصان پہنچانے کے لیے بعض لوگ اپنا ہی نقصان کر لیا کرتے ہیں۔ مثلاً اپنے بچہ کو قتل کرتے ہیں۔ اور لاش کو دشمن کے گھروں میں ڈال دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے ہمارے بچہ کو قتل کر دیا۔ اور اسی طرح بعض لوگ صداقت کو دشمنی کے باعث نہیں قبول کرتے۔ حضرت صاحب کے وقت میں ایک معزز سرکاری افسر نے حضرت صاحب کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ فلاں شخص کو جماعت سے نکال دیں۔ تو مَیں آپ کی بیعت کر لوں۔ اس کے جواب میں ہمیشہ حضرت صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں اس کی خاطر جو صداقت کے حلقے میں نہیں آیا کیسے اس شخص کو صداقت کے حلقے سے نکال سکتا ہوں جس کو خدا اس حلقے میں لے آیا ہے اور واقعہ میں جو شخص صداقت سے اب تک الگ ہے۔ اس کی خاطر کیسے اس شخص کو الگ کیا جا سکتا ہے۔ جس کو خدا اس کی کسی نیکی کے باعث حق کی طرف لے آیا ہے۔ یہ کچا عذر ہوتا ہے کہ فلاں کو نکال دو تو ہم مانیں گے۔ کیا اگر یہ سلسلہ سچا ہے تو اس شخص کے اس میں ہونے سے یہ جھُوٹا ہو جاتے گا۔ اگر یہ سچا ہے۔ تب تو بہر حال سچا ہے اور اگر سچا نہیں تو بہر حال سچا نہیں۔

پس چونکہ ملکوں کی لڑائی کی طرح ہی افراد کی لڑائی بھی مضر ہوتی ہے۔ اس لیے شریعت اسلام نے

ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ انسان خود بھی لڑائی سے بچے۔ اور دوسروں کو بھی لڑائی سے بچائے خود لڑنے والا ایک حد تک معذور کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً کسی نے اس کو گالی دی۔ اس کو غصہ آیا۔ لیکن جو شخص گلی میں سے گزرتا ہوا اس لڑائی کو دیکھتا ہے اور کہتا ہے "اور لگا دو چار اس خبیث کو یہ ہے ہی اسیا" وہ زیادہ مجرم ہے حالانکہ یہ موقع تھا کہ وہ خیال کرتا کہ مجھے اس موقع سے ثواب لینا چاہیئے۔ اور اس لڑائی کو بند کرا دینا چاہیئے۔ لیکن جو بند کرانے کی بجائے لڑائی کو اور بھڑکاتے ہیں اور فریقین میں سے جس کی طرف ہونے میں اپنا فائدہ دیکھتے ہیں۔ اُدھر ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرے کو گالیاں دینے یا اس کو اور مارنے کی تحریک کرتے ہیں۔ یا کہتے ہیں " اے اج دی گل اے"۔ "اے تاں پچھوں بھی تینوں گالیاں دیندا ہے"۔ اور خود تماشہ دیکھتے ہیں۔ وہ سخت گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان کا فعل امن کو درہم برہم کرنیوالا ہوتا ہے۔

بعض لوگ ایک اور طریق اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً دو شخصوں میں لڑائی ہے۔ ایک سے بات سنکر دوسرے کے پاس جا لگاتے ہیں اور دو چار اپنی طرف سے اس پر حاشیہ بھی چڑھا دیتے ہیں۔ غرض کئی طریق سے لوگ فتنہ کراتے ہیں۔ لیکن اسلام فتنوں کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ قرآن مومنوں کو بھائی بھائی بتاتا ہے جس طرح بھائیوں کی حالت ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی ہونی چاہیئے۔ اگر کہیں لڑائی کے سامان ہوں۔ تو ان کو دُور کرا دینا چاہیئے۔ تمہارے ہاتھوں میں مٹی کے تیل کے برتنوں کی بجائے پانی کے برتن ہونے چاہئیں۔ جن سے آگ بجھے۔ آگ سے کھیلنے والے نادان ہوتے ہیں۔ اس سے بچنے میں سلامتی اور کھیلنے میں جان کا خطرہ ہے۔ شیر کے پنجرے کو اس لیے کھولنا کہ وہ سامنے کھڑے ہوئے دشمن کو کھائیگا۔ نادانی ہے۔ کیونکہ اس کو تو کھا ہی لیگا۔ مگر کھولنے والا شیر سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔

یاد رکھو۔ دو کی لڑائی دو کی نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنے تعلقات کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کی لڑائی ہوتی ہے۔ مثلاً دو شخصوں میں لڑائی ہے۔ دونوں کے جسقدر رشتہ دار اور رشتہ داروں کے رشتہ دار ہونگے جو سینکڑوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان سب میں لڑائی ہوگی اور اس طرح افراد کی لڑائی خاندانوں۔ محلوں شہروں اور ملکوں تک پہنچ جائیگی۔ تو چھوٹے فساد بڑے نتائج پیدا کرتے ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے فساد اور فتنوں سے منع کیا ہے اور قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ مومنوں کو چاہیئے کہ انجمنیں بنا بنا کر فساد اور فتنوں کو دُور کریں فرمایا۔ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (النساء: ۱۱۵)

رسوائے اس قسم کی انجمنوں کے اور کوئی انجمن ٹھیک نہیں کہ مشورے ہوں۔ نیکی کے کاموں کے لیے۔ یا غرباء میں صدقہ بانٹنے کے لیے۔ غرباء کی مدد کے لیے۔ یا لوگوں کی اصلاح اور ان میں آپس میں

صلح کرانے کے لیے۔ ایسے مشورے کرنا مفید ہے۔ پس یہ ایک ایسی ضروری بات ہے کہ اس کے لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا ہے۔ اس لیے میں خاص طور جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ ہم جہانتک ہوسکے۔ لڑائی سے بچیں نہ صرف خود بچیں بلکہ دوسروں کو بچائیں اور لڑائی کا موجب نہ بنیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک شخص تیر پھینکتا ہے اور وہ تیر رستہ میں ہی گر جاتا ہے۔ لیکن دوسرا شخص اُٹھا کر اس شخص کے سینہ میں چبھو دیتا ہے۔ جس کی طرف تیر مارا گیا تھا۔ ایک شخص گالی دیتا ہے۔ اور وہ اُس تک نہیں پہنچتی۔ جس کو دی گئی تھی۔ مگر ایک دوسرا شخص اس کو اس تک پہنچا دیتا ہے اور فساد کا موجب بنتا ہے۔

پس یاد رکھو کہ اگر تم فساد کے موقع پر کبھی گئے ہو۔ تو یہ مت سمجھو کہ تم اتفاقاً پہنچے ہو۔ بلکہ قدرت نے تم کو اس لیے پہنچایا ہے کہ تمہارا امتحان لیا جائے۔ اور یا تم عذاب اور غضب الٰہی میں پھنسو یا تم خدا کی رحمت کے انعام پاؤ۔ اگر تم فساد کے بھڑکانے کا موجب بنتے ہو۔ تو تم عذاب اور غضب الٰہی کے مستحق بنو گے۔ اور اگر اس فساد کو رفع کراتے ہو۔ تو تم اللہ تعالیٰ کے انعام کے مستحق بنتے ہو اور یاد رکھو۔ خدا کے فضل اور انعام سے کوئی مستغنی نہیں ہوسکتا۔ حضرت موسیٰ کہتے ہیں کہ خدایا ہر ایک خیر جو تیری طرف سے ہو۔ مَیں اس کا محتاج ہوں۔ پس تم موسیٰ تو نہیں ہو۔ اس لیے بہت زیادہ محتاج ہو۔ موسیٰ تو موسیٰ خدا کے فضل کے محتاج آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔

پس ہمیشہ فتنہ کے موقع پر ایسی بات کرو جس سے فتنہ دُور ہو۔ فتنہ کی آگ مت بھڑکاؤ۔ فتنہ بھڑکانا ایک گناہ بے لذت ہے۔ چور اور ڈاکو اپنی شرارت سے مال پاتے ہیں۔ مگر فتنہ انگیزی کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ فتنہ انگیز کے لیے لعنت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ ایسے موقع پر جو جذبہ پیدا ہو۔ اس کو دبانا چاہیئے۔ کیونکہ فساد کا اثر دُور تک پہنچتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سالہا سال کی محنت کے بعد عرب میں اسلام پھیلایا اور عرب کے جنگجوؤں میں صلح کرائی۔ مگر فساد ڈلوانے والے فساد ڈلوانے کی تاک میں رہتے تھے۔ ایک جنگ کے موقع پر مسلمانوں کا لشکر ایک مقام پر اُترا۔ ہر ایک شخص کی کوشش تھی کہ وہ پانی پہلے پیئے۔ اس پر دو شخصوں میں کچھ بات بڑھ گئی۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول منافقین کے سردار کو پتہ لگا۔ دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہا کہ یہ مکّہ سے بھوکے مرتے آئے تھے۔ ہم نے جگہ دی۔ آج ہمیں کو آنکھیں دکھاتے ہیں۔ اچھا مدینہ چل کر زیادہ عزت والا ذلیل کو نکال دیگا۔ زیادہ عزت والا خود بنا۔ اور ذلیل نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا۔ کسی شخص نے آنحضرتؐ کو اس فساد کی اطلاع دی۔ آپ کے پاس عبداللہ کا بیٹا

جو مومن تھا، گیا اور کہا کہ میرے باپ کی بڑی غلطی ہے۔ اور اس کو شاید آپ قتل کی سزا دیں جو ٹھیک ہے، اس لیے مَیں عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھ کو حکم دیں کہ مَیں اس کو قتل کروں کیونکہ اگر آپ نے کسی اور شخص کو حکم دیا اور اس نے قتل کیا۔ تو مجھ کو ممکن ہے کسی وقت ضعفِ ایمانی سے ابتلاء آئے۔ اور مَیں اس کو باپ کا قاتل سمجھ کر اس کے خلاف ہاتھ اُٹھا بیٹھوں[1] تو دیکھو وہ کیسے لوگ تھے اور فتنہ سے بچنے کے لیے کتنی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جو کام ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ وہ انھوں نے بہت جلد سرانجام دیا۔ ہماری جماعت کے ذمہ بھی ایک کام ہے اس لیے اسے بھی ہر قسم کے فتنہ سے ڈرنا چاہیئے۔ مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ فتنہ کو مٹانے والے بنو۔ فتنہ بھڑکانے والے نہ بنو۔ تم پانی کا کام کرو۔ تیل کا کام نہ کرو۔ تاکہ آپس میں محبت و پیار بڑھے اور تم ثواب کے مستحق بنو۔ یہاں انعام کام پر ملتا ہے۔ اگر تمہارے کام کا نتیجہ اچھا ہوا۔ تو انعام کے وارث ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کے سمجھنے کی توفیق دے۔" آمین۔

(الفضل ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۰ء)

---

[1] جامع ترمذی ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ المنافقون